خنسا اور حضرت رباب

حضرت رباب کے مرثیے کی خصوصیات

علامہ مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کامونپوری

سوز باطن کی ایک غمناک تصویر

خنسا (تماضر بنت عمرو) کے بھائی اور باپ بنی سلیم (مضر) کے سردار تھے دور جاہلی کے محاسن سے مرصع تھے۔ جنگ آزما اور بہادر تھے اسلام کے مہر نیم روز نے جب انقلاب واصلاح کی شعاعیں اس جہالت پر پھینکیں تو وہ لوگ جن کے ضمیر بے حد زنگ خوردہ تھے جو اپنے کثیف ماحول سے حد سے زیادہ مانوس تھے، انقلاب اسلام کی تابانیوں سے جن کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور اس کا روئے جہاں آرا ان کی تنگ و بے نور آنکھوں میں جگہ نہ پاسکا، اسلام کے نقوش کو مٹانے اور اس کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کرنے لگے۔ رسولؐ کی ہلاکت کی تدبیریں کی گئیں، ان کے باوفا دوستوں کو ہر طرح کے تشدد سے صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کی گئی، میدان جنگ میں مسلح اور پر طاقت فوجیں اتاری گئیں اور پورا تہیہ کیا گیا کہ رسولؐ اور ان کے پیام کو نابود کر دیا جائے۔ میدان جنگ میں تیغ بکف آنے والوں میں خنسا کے بھائی معویہ اور صخر بھی تھے۔ لیکن اسلام کی تلوار نے انہیں جام مرگ پلا دیا۔ خنسا بھائیوں کے قبل بھی شاعرہ تھی۔ لیکن اس کی نظمیں دو یا تین شعروں پر مشتمل ہوا کرتی تھیں۔ بھائیوں کے قتل کے بعد خنسا کا دل سلگ اٹھا۔ خصوصاً صخر سے وہ بہت زیادہ مانوس تھی اس لئے اس کا غم اس کے لئے نا قابل برداشت ہوگیا۔ بھائی کے غم میں نوحہ وفریاد نے اس کی زندگی پر قبضہ کرلیا پرسوز ودلگداز مرثیے زندگی بھر کہتی رہی۔ ایک دن ایسا آیا کہ وہ اسلام کی حلقہ بگوش بھی ہوگئی اور اسلامی زندگی کی پابند ہوگئی۔ رسولؐ کی زیارت سے مشرف ہوئی۔ لیکن اس کے دل کے زخم مندمل نہ ہوئے۔ تاریخ اسلام میں سیکڑوں مثالیں ایسی ہیں جن سے عقیدہ کی پختگی، ایمان کا استحکام اور نئی زندگی کی عظمت کا ثبوت ملتا ہے۔ گذشتہ غم ان کے دلوں سے محو ہو گئے۔ اور اسلام کی برکتوں اور خوبیوں میں ان کے دل بہل گئے۔ لیکن خنسا کی زبان پر اسلام کا کلمہ بھی تھا اور اس کے بھائی کا مرثیہ بھی، جو اسلام کی شہرگ قطع کرنے کے لئے خون آشام تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے میدان جنگ میں اترا لیکن بدبختی نے اسے موت کا اسیر بنا دیا اور وہ خود لقمۂ اجل بن گیا۔ خنسا بھائی پر اتنا روئی کہ اس کی آنکھیں بے نور ہوگئیں اسلام کے بعد وہ کہتی تھی۔

كنت ابكى له من النار وانا اليوم ابكى له من النار پہلے میں اس لئے روتی تھی کہ بھائی کے خون کا بدلہ لیا جائے اور اب اس لئے روتی ہوں کہ وہ جہنم میں ہوگا (اس لئے کہ دین حق کی مخالفت میں اس کا قتل واقع ہوا)۔ خنسا کے مراثی جو ایک نقطہ نظر سے اسلام کی شکایت کہے جاسکتے ہیں آج بھی موجود ہیں۔ اس کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔ جس ماحول میں وہ سانس لے رہے تھے اسے آزادانہ اظہار غم کے لئے موقع دینا تھا صرف آل محمدؐ کے لئے پابندیاں تھیں کہ وہ اپنے شہدا پر نوحہ وماتم نہ کرسکیں اور اپنے عزیزوں کے لئے آنسو نہ بہائیں۔ حکومتوں

نے، ارباب ادب نے خنسا کے مراثی سے دلچسپی لی اور آج وہ فنا کے خطروں سے محفوظ ہوکر دنیا کے کتب خانوں میں جگہ پا گئے۔ لیکن لاتعداد مراثی جو امام حسینؑ پر کہے گئے بنی امیہ اور بنی عباس اور دوسرے مخالفین کی مسلسل مخالفت کی وجہ سے ضائع ہو گئے خنسا کے مراثی صرف سوز وگداز اور جاہلیت کا معیار شرف پیش کرتے ہیں لیکن یہ مراثی سوز وگداز قلق صدمہ وقلق کے علاوہ اسلامی فضائل پیام انقلاب ووفا واخلاص کے بھی حامل ہیں۔

خنسا کا بھائی صخر قتل ضرور ہوا لیکن اسلامی معیار جنگ میں صخر کے ساتھ وہ بدسلوکیاں ناممکن تھیں جو کربلا میں روا رکھی گئیں۔ اسلام میں جہاد تو دفاع ظلم کے بعد مقتول کے ساتھ اس کے قتل کے بعد شریفانہ برتاؤ ہوتا تھا اس کے عیال کا احترام کیا جاتا تھا۔ لیکن کربلا کی ہولناک تشنگی اور اجتماعی قتل، لاشوں کی پامالی اہل حرم کی تشہیر کی داستان بہت دردناک ہے۔ ان مصائب کی فہرست بہت طویل ہے ظلم وشقاوت وبہیمیت ووحشت کی انتہا کردی گئی۔ یہاں کے مصائب میں وہ تنوع ہے کہ اگر ان کو صحیح تصور کیا جائے تو سیکڑوں خنسا ان پر گریہ اور مرثیہ گوئی کے لئے ناکافی ہیں۔ اگر کربلا کے مراثی موجود ہوتے تو شریعت اسلام کی عظمت، دین کے بلند تصورات، اعلیٰ کردار بے مثال قوت مقاومت، بےنظیر عزت دین اور لازوال جذبہ خودداری کے مرقع اور باطل کی سیاہ کاریوں کی تصویریں دنیا کے سامنے پیش کرتی اور قومیں ان سے درس وعبرت حاصل کرتیں۔ جو مرثیے آج موجود ہیں ان سے اس عہد کے مراثی کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس عہد کے مراثی نفس پر مایوسی و بزدلی اور موت کے احساسات نہیں پیدا کرتے تھے۔ بلکہ نفس کو متحرک بناتے تھے۔ روح کو بیدار کرتے تھے۔ آج کی غلطیوں کی اصلاح پر آمادہ کرتے تھے حکومت سے انصاف ومہربانی وشرافت کے سلوک کا تقاضہ دل میں پیدا کرتے تھے۔

ان مراثی کی بربادی سے اسلام کا نہیں بلکہ انسانی ادب کا بڑا خسارہ ہے کربلا کا ادب ایک خاص روح پیش کرتا ہے جس کی مثال ہی نہیں ملتی جناب ربابؑ امام حسینؑ کی حرم محترم امراء القیس بنی عدی قبیلہ کلب) کی صاحبزادی تھیں ان کی ماں کا نام ہند بنت ربیع بنی سعود تھا۔ بڑے معزز خاندان کی فرد تھیں۔ یہ خاندان پہلے عیسائی تھا۔ جناب ربابؑ نے امام حسینؑ سے عقد کے بعد وفاداری کی ایک خاص مثال پیش کی۔ وہ زندگی میں حضرت کی انتہائی وفادار اور شریک حال رہیں۔ حضرت کی شہادت کے بعد ان کے تحریر زندگی اور سوز مراثی سے ان کی وفاداری کے نقوش صحیفۂ روزگار پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گئے۔

امام حسین خود بھی جناب رباب کی حسن معاشرت سے بے حد متاثر تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت کے دو شعر کتابوں میں ملتے ہیں۔

لعمرك ابن لاحست داراً
تكون بها لسكينة والرباب
امهما ابدل حلو مالى
وليس لعاتب عفدى عتاب

مجھے وہ گھر عزیز ہے جس میں سکینہ ورباب ہوں میں ان دونوں کو عزیز رکھتا ہوں اور ان پر اپنا مال صرف کرتا ہوں اس معاملہ میں کوئی مجھے عتاب نہیں کرسکتا۔

حضرت سکینہؑ اور علی اصغرؑ جناب ربابؑ ہی کے چمن کے گل سرسبد تھے۔ کربلا کا ہولناک واقعہ جناب ربابؑ کی نگاہوں کے سامنے سے گذرا انہوں نے ایک دو پہر میں اپنا سارا گھر تباہ وبرباد ہوتے دیکھا۔ اپنے چھ مہینے کے بچے کو تیر ظلم کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھا۔ امام حسینؑ کو ظلم وجفا سے شہید ہوتے دیکھا اور وہ تمام ہولناک مصائب جو کربلا کی تاریخ سے وابستہ ہیں اور جن پر چودہ سو برس سے دنیا خون کے آنسو بہا رہی ہے ان کی نگاہوں کے سامنے گذرے، بلکہ خود ان پر گذرے۔

ان واقعات کا اثر جناب ربابؑ کے دل پر اتنا ہی تھا جتنا اثر ممکن تھا۔ تاریخ کے غمناک الفاظ جناب رباب کے متعلق یہ ہیں۔

بقيت بعده لم يظلها سقف حتى ماتت۔
امام حسینؑ کی شہادت کے بعد تادم مرگ چھت کے سایہ کے نیچے نہیں بیٹھیں۔

آپ کے شرف اور ذاتی کمالات کی بنا پر روسائے قریش نے آپ سے نکاح کی التجا کی آپ نے یہ فرماتے ہوئے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔

لایکون لی حمو بعد رسول الله۔ رسولؐ کے بعد کوئی دوسری سسرال میری نہیں ہوسکتی۔ جناب ربابؑ واقعہ کربلا کے بعد ایک سال زندہ رہیں۔آپ کی زندگی کے دن غم ورنج صدمہ وملال حسرت واندوہ کی وہ دردناک تصویر پیش کرتے ہیں جن سے دل خون ہوتا ہے۔

(ج ۱۴) میں آپ کا ایک مرثیہ بھی ہے جس کے اشعار یہ ہیں۔

انّ الذی کان نوراً یستضابه
بکربلا قتیل غیر مدفون
سبط النبی جزاك الله صالحة
عنا و جنت خسران الموازنین
قد کنت جبلاً صعبا الوذبه
وکنت تضجنا بالرحم والدین
من للیتامی ومن السّآئلین ومتنا
یغنی رویأوی الیه کل مسکین
والله لا ابتغی صهرا بصهرکم
حتی اعیّب بین الرّمل والبطین

اس مرثیہ میں جناب ربابؑ نے امام حسینؑ کو نور ضیا بخش کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ نورانی پیکر کربلا کی زمین پر بغیر دفن پڑا ہوا ہے۔ جناب ربابؑ نے حضرت کو نور ضیا بخش کہہ کر آپ کے کل فضائل انسانی اور کمالات روحانی پر روشنی ڈالدی اور یہ بھی بتادیا کہ خلق خدا کو آپ سے کیا فائدے پہنچ رہے تھے۔

خنسا نے اپنے بھائی صخر کے لئے سب کچھ کہا لیکن اس کی پرواز جاہلیت کے ان فضائل سے آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ جس میں سے اکثر فضائل کو اسلام نے زوال کی فہرست میں شامل کردیا۔ لیکن ربابؑ کی معرفت کا آسمان اتنا بلند تھا جس پر فضیلت کے مہر وماہ ایسے درخشاں نظر آرہے تھے۔ جسے قدرت نے انھیں کی قسمت سے مخصوص کیا تھا۔

جناب ربابؑ نے یہ بھی کہا کہ آپ میرے لئے ایک ایسے کوہ گراں تھے جس سے میں پناہ لیتی تھی اور آپ مجھ سے بہتر سے بہتر سلوک کرتے تھے اب آپ کے بعد یتیموں کی خبر گیری کون کرے گا۔ سائلوں کی حاجت برآوری کون کرے گا۔ غریب حاجتمند کس کے دروازے پر پناہ لیں گے۔

خدا کی قسم میں آپ کے بعد اب کوئی قرابت نہ کروں گی یہاں تک کہ خاک وریگ میں چھپ جاؤں یہ چند شعر ہیں جن میں امام کی تہذیب نفس، تدبیر منزلی اور تمدن سیاست پر روشنی ڈالی ہے۔اور ان کو ایک بےنظیر انسان کامل ثابت کیا ہے۔ یہ بات خنسا کے مراثی میں نہیں پیدا ہوسکتی تھی اس لئے کہ خسارہ بیان صخر ان کمالات انسانی سے بھی خالی تھا جو جونؑ اور کربلا کے دوسرے شہید غلاموںؑ میں پائے جاتے تھے۔ امام حسینؑ کی عظمت نفس کا تو تصور ہی ممکن نہیں ہے افسوس ہے کہ ایک سال تک جناب ربابؑ نے امام حسینؑ کے غم میں جو آنسو بہائے اور جس طرح نثر ونظم میں پردرد مراثی سے اپنے احساسات کا اظہار کیا ضائع ہوگئے ورنہ منزل زندگی کو محبت اور وفاداری کا وہ بے نظیر سبق ملتا جس سے زندگی عبادت بن جاتی۔

خنسا کے کلام میں جس طرح صخر کا معیار شرافت اسلامی معیار کے مطابق نہ تھا۔ اور انسانی بلندیوں کا وہ تصور اس کو نصیب نہ تھا جسے اسلام نے دلوں میں جاگزیں کیا تھا۔ اسی طرح اس کا احساس مصیبت بھی وسعت ظرف کے مطابق تھا۔ بھائی کے قتل کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہی۔

لیکن جناب ربابؑ کے سامنے فضائل وشرف کا ایک عدد نور تھا۔ جس کی شعاعوں سے دل ودماغ منور تھا۔ وہ مبالغہ

(بقیہ صفحہ ۲۹ رپر۔۔۔۔)

حسینؑ کے عزم واستقلال میں کمی نہیں ہوتی یہاں تک اب فوج حسینی میں کوئی بھی نہ رہا تو وہ کمسن مجاہد اپنے باپ کو تیس ہزار کے لشکر میں یکہ وتنہا دیکھ کر جذبہ نصرت میں نکلا جس کا سن چھ ماہ سے زائد نہ تھا حسینؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لے لیا دامن قبا سے چھپایا اور میدان میں لائے اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کے اے گروہ تم نے میرے بھائی عباسؑ کو قتل کرڈالا میری اولاد اور میرے دوستوں کو مارڈالا اب فقط اس بچے کے سوا کوئی بھی نہ رہا، پیاس اس کو بھی ہلاک کئے دیتی ہے اس کو تھوڑا سا پانی دیدو اگر میں تمہارے زعم باطل میں گنہگار ہوں تو یہ بچہ تو بے گناہ ہے ابھی یہ کلام حضرت کا ختم ہونے ہی پایا تھا کہ ایک تیر عمر سعد کی فوج سے آیا اور اس نے علی اصغرؑ کو شہید کردیا حسینؑ نے اپنے اس دل کے ٹکڑے کا خون چلو میں لیا اور اپنے چہرۂ مبارک پر مل لیا اور فرمایا کہ اے خدا گواہ رہنا کہ اس قوم جفا کار نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ تیرے نبی کی اولاد میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گی۔

دنیا نے حسینؑ کی شہادت کے وقت بھی دیکھا اور قیامت تک دیکھتی رہے گی اور اس مظلوم پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتی رہے گی جس نے عاشور کے دن تین دن کی بھوک اور پیاس میں مع اپنے اعزا واولاد اور اصحاب کے شہادت پسند کی مگر ظالم انسانیت کش اور خونخوار انسانوں کی اطاعت گوارہ نہ کی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے مضبوط اور مستحکم ارادوں سے باطل کی انسانیت سوز اور حق کش پالیسی کو نیست ونابود کردیا۔

(ماخوذ از الواعظ ماہ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق محرم نمبر ۱۳۶۶ھ، ص ۲۵)

(صفحہ ۲۷ کا بقیہ۔۔۔۔)

آرائی سے بے نیاز تھیں اور فرضی فضائل سے مستغنی تھیں۔ خنسا نے بھائی کے بعد بہاریں دیکھیں لیکن جناب ربابؑ کا احساس مصیبت اسقدر شریک تھا کہ ایک سال سے زیادہ مدت حیات دراز نہ ہوسکی۔

بے چین روح نے قفس عنصری کی تیلیاں توڑ دیں اور وہ اس چمن سدا بہار میں پرواز کرگئیں جہاں اسے اس کا گل مراد مل گیا جس کے لئے فغاں وفریاد تھی۔ اور جس کے فراق میں وہ زندگی کو بارگراں سمجھ رہی تھی۔ جس کی یاد میں دل سے رنج وغم کے شعلے اٹھتے تھے اور آنسوؤں کی بارش ہوتی تھی۔

(ماہنامہ وثیقہ دار لکھنؤ، مرثیہ نمبر)

(صفحہ ۳۲ کا بقیہ۔۔۔۔)

وغیرہ بے پرستش، بے انتہا، ہر شخص کے لائق وفائق، آگے مزدور اور سقے اور کہاروں کی گنتی نہیں۔ کثرت ہر قسم کے جلوس وضروریات کی قیاس میں آتی نہیں۔ ہاتھی، سانڈ نیا، پلٹنیں، سوار، چوب دار، بلم بردار، جھنڈی والے۔ کل امرائے شہر اور شہر یاری کی سرکار سے آتے۔ سب اعلیٰ قدر حال وقت رخصت انعام اور کرائے والے کرایہ پاتے۔ اکثر عمائد بلکہ خود بادشاہ متدعی رہے کہ کسی قدر یہ ہم سے لے۔ لیکن کسی سے ایک حبہ لینا کسی طرح قبول نہ کیا۔ الحاصل یہ وضع قطع درحقیقت ایک کہانی ہے، بیشک برکات اور عجائبات کی نشانی ہے، ورنہ کیا بساط ان غریب مزدوری پیشہ کی۔ [ماخوذ از سرفراز محرم نمبر ۱۹۷۳ء، صفحہ ۱۷۹]